

## اللہ دتا

دو بھائی تھے اللہ رکھا اور اللہ دتا دونوں ریاست پیالہ کے باشندے تھے ان کے آباؤ اجداد الہتہ لاہور کے تھے مگر جب ان دو بھائیوں کا دادا ملازمت کی تلاش میں پیالہ آیا تو وہیں کاہور ہا۔

اللہ رکھا اور اللہ دتا دونوں سرکاری ملازم تھے ایک چیف سیکرٹری صاحب بہادر کا رولی تھا، دوسرا کنٹرولر آف سٹورز کے دفتر کا چیر اسی۔  
دونوں بھائی ایک ساتھ رہتے تھے تاکہ خرچ کم ہو بڑی اچھی گزر رہی تھی ایک طرف اللہ رکھا جو بڑا تھا، اور کبھی کبھی کسی غریب اور نادار ت عورت کو پھانس بھی لیا کرتا تھا مگر اللہ رکھا نے ہمیشہ چشم پوشی سے کام لیا تھا کہ گھر کا امن و سکون درہم برہم نہ ہو۔

دونوں شادی شدہ تھے اللہ رکھا کی دو لڑکیاں تھیں ایک بیای جا چکی تھی اور اپنے گھر میں خوشی تھی دوسری جس کا نام صغریٰ تھا، تیرہ برس کی تھی اور پرائمری سکول میں پڑھتی تھی۔

اللہ دتا کی ایک لڑکی تھی۔۔۔۔۔ زینب۔۔۔۔۔ اس کی شادی ہو چکی تھی مگر اپنے گھر میں کوئی اتنی خوش نہیں تھی اس لیے کہ اس کا خاوند اوباش تھا پھر بھی وہ جوں توں نبھائے جا رہی تھی۔

زینب اپنے بھائی طفیل سے تین سال بڑی تھی اس حساب سے طفیل کی عمر اٹھارہ انیس برس کے قریب ہوتی تھی وہ لوہے کے ایک چھوٹے سے کارخانے

میں کام سیکھ رہا تھا لڑکا ذہین تھا چنانچہ کام سیکھنے کے دوران میں بھی پندرہ روپے ماہوار اسے مل جاتے تھے۔

دونوں بھائیوں کی بیویاں بڑی اطاعت شعار، محنتی اور عبادت گزار عورتیں تھیں۔۔۔۔۔ انہوں نے اپنے شوہروں کو کبھی شکایت کا موقع نہیں دیا تھا۔

زندگی بڑی ہموار گزر رہی تھی کہ ایک ایک کی ہندو مسلم فساد شروع ہو گئے دونوں بھائیوں کے وہم و گمان میں بھی نہیں تھا کہ ان کے مال و جان اور عزت آبرو پر حملہ ہو گا اور انہیں نہایت افترا تفری اور کسمپرسی کے عالم میں ریاست پٹیا لہ چھوڑنا پڑے گی۔۔۔۔۔ مگر ایسا ہوا۔

دونوں بھائیوں کو قطعاً معلوم نہیں کہ اس خونیں طوفان میں کون سا درخت گرا۔ کون سے درخت کی کون سی ٹہنی ٹوٹی۔۔۔۔۔ جب ہوش و حواس کسی قدر درست ہوئے تو چند حقیقتیں سامنے آئیں اور وہ لرز گئے۔

اللہ رکھا کی لڑکی کا شوہر شہید کر دیا گیا تھا اور اس کی بیوی کو بلوائیوں نے بڑی بے دروی سے ہلاک کر دیا تھا۔

اللہ دتا کی بیوی کو بھیس کھوں نے کرپانوں سے کاٹ ڈالا تھا اس کی لڑکی زینب۔۔۔۔۔ کا بد چلن شوہر بھی موت کے گھاٹ اتار دیا گیا تھا۔

رونا دھونا بیکار تھا۔ صبر شکر کر کے بیٹھ رہے۔۔۔۔۔ پہلے تو کیمپوں میں لگتے مڑتے رہے پھر گلی کوچوں میں بھیک مانگا کیے آخر خدا نے سن لی اللہ دتا کو گوجرانوالہ میں ایک چھوٹا سا شکتہ مکان سر چھپانے کو مل گیا طفیل نے دوڑ دھوپ کی تو اسے کام مل گیا۔

اللہ رکھا لاہور ہی میں دیر تک در بدر پھرتا رہا جوان لڑکی ساتھ تھی گویا ایک پہاڑ کا پہاڑ اس کے سر پر کھڑا تھا یہ اللہ ہی بہتر جانتا ہے کہ اس غریب نے کس طرح ڈیڑھ برس گزرا بیوی اور بڑی لڑکی کا غم وہ بالکل بھول چکا تھا۔ قریب تھا کہ وہ کوئی خطرناک قدم اٹھائے کہ اسے ریاست پٹیالہ کے ایک بڑے افسر مل گئے جو اس کے بڑے مہربان تھے اس نے ان کو اپنی حالت زار الف سے لے کر یہ تک سنائی آدمی رحم دل تھا اس کو بڑی دقتوں کے بعد لاہور کے ایک عارضی دفتر میں اچھی ملازمت مل گئی تھی، چنانچہ انہوں نے دوسرے روز ہی اس کو چالیس روپیہ ماہوار پر ملازم رکھ لیا اور ایک چھوٹا سا کوارٹر بھی رہائش کے لیے دوا دیا۔

اللہ رکھا نے خدا کا شکر ادا کیا جس نے اس کی مشکلات دور کیں اب وہ آرام سے سانس لے سکتا تھا اور مستقبل کے متعلق اطمینان سے سوچ سکتا تھا صغریٰ بڑی سلیقے والی گھڑ لڑکی تھی سارا دن گھر کے کام کاج میں مصروف رہتی ادھر ادھر سے لکڑیاں چن کر لاتی چولہا ساگاتی اور مٹی کی ہنڈیا میں ہر روز اتنا سالن پکاتی جو دو وقت کے لیے پورا ہو جائے آنا گوندھتی پاس ہی تنور تھا وہاں جا کر روٹیاں لگوا لیتی۔

تنہائی میں آدمی کیا کچھ نہیں سوچتا۔ طرح طرح کے خیالات آتے ہیں صغریٰ عام طور پر دن میں تنہا ہوتی تھی اور اپنی بہن اور ماں کو یاد کر کے آنسو بہاتی رہتی تھی، پر جب باپ آتا تو وہ اپنی آنکھوں میں سارے آنسو خشک کر لیتی تھی تاکہ اس کے زخم ہرے نہ ہوں لیکن وہ اتنا جانتی تھی کہ اس کا باپ اندر ہی اندر گھلا جا رہا ہے اس کا دل ہر وقت روتا رہتا ہے مگر وہ کسی سے کہتا نہیں صغریٰ سے بھی اس نے کبھی اس

کی ماں اور بہن کا ذکر نہیں کیا تھا۔

زندگی افتاں و خیزاں گزر رہی تھی ادھر گوجرانوالہ میں اللہ دتا اپنے بھائی کے مقابلے میں کسی قدر خوش حال تھا، کیونکہ اسے بھی ملازمت مل گئی تھی اور زینب بھی تھوڑا بہت سمانی کا کام کر لیتی تھی مل ملا کے کوئی ایک سو روپے ماہوار ہو جاتے تھے جو تینوں کے لیے بہت کافی تھے۔

مکان چھوٹا تھا، مگر ٹھیک تھا اوپر کی منزل میں طفیل رہتا تھا، چلی منزل میں زینب اور اس کا باپ دونوں ایک دوسرے کا بہت خیال رکھتے تھے۔ اللہ دتا اسے زیادہ کام نہیں کرنے دیتا تھا چنانچہ منہ اندھیرے اٹھ کر وہ صحن میں جھاڑو دے کر چوہا ساگ دیتا تھا کہ زینب کا کام کچھ ہلکا ہو جائے وقت ملتا تو وہ دو تین گھڑے بھر کر گھر ونجی پر رکھ دیتا تھا۔

زینب نے اپنے شہید خاوند کو کبھی یاد نہیں کیا تھا ایسا معلوم ہوتا تھا جیسے وہ اس کی زندگی میں کبھی تھا ہی نہیں وہ خوش تھی اپنے باپ کے ساتھ بہت خوش تھی بعض اوقات وہ اس سے لپٹ جاتی تھی۔۔۔ طفیل کے سامنے بھی اور اس کو خوب چومتی تھی۔

صغریٰ اپنے باپ سے ایسے چہل نہیں کرتی تھی۔۔۔۔۔ اگر ممکن ہوتا تو وہ اس سے پردہ کرتی اس لیے نہیں کہ وہ کوئی نامحرم تھا نہیں۔۔۔۔۔ صرف احترام کے لیے۔۔۔۔۔ اس کے دل سے کئی دفعہ یہ دعا اٹھتی ”یا پروردگار۔۔۔۔۔ میرا باپ میرا جنازہ اٹھائے“

بعض اوقات کئی دعائیں ایسی ثابت ہوتی ہیں جو خدا کو منظور تھا، وہی ہوتا تھا

غریب صغریٰ کے سر پر غم و اندوہ کا ایک اور پہاڑ ٹوٹنا تھا۔

جون کے مہینے دو پہر کو دفتر کے کسی کام پر جاتے ہوئے تپتی ہوئی سڑک پر اللہ رکھا کو ایسی لوگی کہ بے ہوش ہو کر گر پڑا۔ لوگوں نے اٹھایا ہسپتال پہنچایا مگر وہ ادارہ نے کوئی کام نہ کیا۔

صغریٰ باپ کی موت کے صدمے سے نیم پاگل ہو گئی اس نے قریب قریب اپنے آدھے بال نوچ ڈالے کہ ہمسایوں نے بہت دم دلاسا دیا۔ مگر یہ کارگر کیسے ہوتا۔۔۔ وہ ایسی کشتی کے مانند تھی جس کا بادبان ہونہ کوئی چتواری اور بیچ منجھدار کے آن پھنسی ہو۔

پٹیا لے کے وہ افسر جنہوں نے مرحوم اللہ رکھا کو ملازمت دلوائی تھی فرشتہ رحمت ثابت ہوئے ان کو جب اطلاع ملی تو دوڑے آئے سب سے پہلے انہوں نے یہ کام کیا کہ صغریٰ کو موٹر میں بٹھا کر گھر چھوڑ آئے اور اپنی بیوی سے کہا کہ وہ اس کا خیال رکھے۔ پھر ہسپتال جا کر انہوں نے اللہ رکھا کے غسل وغیرہ کا وہیں انتظام کیا اور دفتر والوں سے کہا کہ وہ اس کو دفنا آئیں۔

اللہ دتا کو اپنے بھائی کے انتقال کی خبر بڑی دیر کے بعد ملی بہر حال وہ لاہور آیا اور پوچھتا پوچھتا وہاں پہنچ گیا جہاں صغریٰ تھی اس نے اپنی بھتیجی کو بہت دم دلاسا دیا بہایا سینے کے ساتھ لگایا پیار کیا، دنیا کی بے ثباتی کا ذکر کیا، بہادر بننے کو کہا، مگر صغریٰ کے پھٹے ہوئے دل پر ان تمام باتوں کا کیا اثر ہوتا غریب خاموش اپنے آنسو دوپٹے میں خشک کرتی رہی۔

اللہ دتا نے افسر صاحب سے آخر میں کہا ”میں آپ کا بہت شکر گزار ہوں

میری گردن آپ کے احسانوں تلے ہمیشہ دبئی رہے گی مرحوم کی تجہیز و تکفین کا آپ نے بندوبست کیا پھر یہ بچی جو بالکل بے آسرا رہ گئی تھی، اس کو آپ نے اپنے گھر میں جگہ دی۔۔۔۔۔ خدا آپ کو اس کا اجر دے۔۔۔ اب میں اسے اپنے ساتھ لیے جاتا ہوں میرے بھائی کی بڑی قیمتی نشانی ہے۔“

افسر صاحب نے کہا ”ٹھیک ہے۔۔۔۔۔ لیکن تم ابھی اسے کچھ دیر اور یہاں رہنے دو۔۔۔۔۔ طبیعت سنبھل جائے تو لے جانا“

اللہ دتا نے کہا ”حضور! میں نے ارادہ کیا ہے کہ اس کی شادی اپنے لڑکے سے کروں گا اور بہت جلدی!“

افسر صاحب بہت خوش ہوئے ”بڑا نیک ارادہ ہے۔۔۔۔۔ لیکن اس صورت میں جب کہ تم اس کی شادی اپنے لڑکے سے کرنے والے ہو اس کا اسی گھر میں رہنا مناسب نہیں تم شادی کا بندوبست کرو مجھے تاریخ سے مطلع کر دینا خدا کے فضل و کرم سے سب ٹھیک ہو جائے گا۔“

بات درست تھی اللہ دتا واپس گوجرانوالہ چلا گیا زینب اس کی غیر موجودگی میں بڑی اداس ہو گئی تھی جب وہ گھر میں داخل ہوا تو اس سے پٹ گئی اور کہنے لگی کہ اس نے اتنی دیر کیوں لگائی

اللہ دتا نے پیار سے اسے ایک طرف ہٹایا ”ارے بابا، آنا جانا، کیا ہے۔۔۔۔۔ قبر پر فاتحہ پڑھنی تھی صغریٰ سے ملنا تھا، اسے یہاں لانا تھا“

زینب نہ معلوم کیا سوچنے لگی ”صغریٰ کو یہاں لانا تھا“ ایک دم چونک کر ”ہاں۔۔۔۔۔ صغریٰ کو یہاں لانا تھا پروہ کہاں ہے؟“

”وہیں ہے۔۔۔۔۔ پٹیلے کے ایک بڑے نیک دل افسر ہیں ان کے پاس ہے انہوں نے کہا جب تم اس کی شادی کا بندوبست کر لو گے تو لے جانا“ یہ کہتے ہوئے اس نے بیڑی ساگائی۔

زمینب نے بڑی دلچسپی لیتے ہوئے پوچھا ”اس کی شادی کا بندوبست کر رہے ہو؟۔۔۔۔۔ کوئی لڑکا ہے تمہاری نظر میں؟“

اللہ دتا نے زور کا کش لیا ”ارے بھئی، اپنا طفیل۔۔۔۔۔ میرے بھائی کی صرف ایک ہی نشانی تو ہے۔۔۔۔۔ میں اسے کیا غیروں کے حوالے کر دوں گا“ زمینب نے ٹھنڈی سانس بھری ”تو صغریٰ کی شادی طفیل سے کرو گے؟“ اللہ دتا نے جواب دیا ”ہاں۔۔۔۔۔ کیا تمہیں کوئی اعتراض ہے؟“

زمینب نے بڑے مضبوط لہجے میں کہا ”ہاں۔۔۔۔۔ اور تم جانتے ہو کیوں ہے۔۔۔۔۔ یہ شادی ہرگز نہیں ہوگی؟“

اللہ دتا مسکرایا زمینب کی ٹھوڑی پکڑ کا اس نے اس کا منہ چوما ”پگلی۔۔۔۔۔ ہر بات پر شک کرتی ہے۔۔۔۔۔ اور باتوں کو چھوڑ، آخر میں تمہارا باپ ہوں“ زمینب نے بڑے زور سے ”ہونہہ“ کی ”باپ!“ اور اندر کمرے میں جا کر رونے لگی

اللہ دتا اس کے پیچھے گیا اور اس کو پکارتے لگا دن گزر گئے طفیل فرمانبردار لڑکا تھا جب اس کے باپ نے صغریٰ کی بات کی تو وہ فوراً مان گیا آخر تین چار مہینے کے بعد تاریخ مقرر ہو گئی۔۔۔۔۔ افسر صاحب نے فوراً صغریٰ کے لیے ایک بہت اچھا جوڑا سلوایا جو اسے شادی کے دن پہنانا تھا

ایک اگلوٹھی بھی لے دی پھر اس نے محلہ والوں سے اپیل کی کہ وہ ایک یتیم لڑکی کی شادی کے لیے جو بالکل بے سہارا ہے، حسبِ توفیق کچھ دیں۔

صغریٰ کو قریب قریب بھی جانتے تھے اور اس کے حالات سے واقف تھے، چنانچہ انہوں نے مل ملا کر اس کے لیے بڑا اچھا جہیز تیار کر دیا۔

صغریٰ وہن بنی تو اسے ایسا محسوس ہوا کہ تمام دکھ جمع ہو گئے ہیں اور اس کو پیش رہے ہیں بہر حال وہ اپنے سسرال پہنچی جہاں اس کا استقبال زینب نے کیا، کچھ اس طرح کہ صغریٰ کو اسی وقت معلوم ہو گیا کہ وہ اس کے ساتھ بہنوں کا سا سلوک کبھی نہیں کرے گی بلکہ ساس کی طرح پیش آئے گی۔

صغریٰ کا اندیشہ درست تھا اس کے ہاتھوں کی مہندی ابھی اچھی طرح اترنے بھی نہیں پائی تھی کہ زینب نے اس سے نوکروں کے کام لینے شروع کر دیئے، جھاڑو دیتی، برتن وہ مانجھتی، چولہا وہ جھونکتی، پانی وہ بھرتی یہ سب کام وہ بڑی پھرتی اور بڑے سلیقے سے کرتی لیکن پھر بھی زینب خوش نہ ہوتی بات بات پر اس کو ڈانٹتی، ڈیٹتی، جھڑکتی رہتی۔

صغریٰ نے دل میں تہیہ کر لیا تھا، وہ یہ سب کچھ برداشت کرے گی اور کبھی حرف شکایت زبان پر نہ لائے گی کیونکہ اگر اسے یہاں سے دھکا مل گیا تو اس کے لیے اور کوئی ٹھکانا نہیں تھا۔

اللہ دتا کا سلوک البتہ اس سے برا نہیں تھا زینب کی نظر بچا کر کبھی کبھی وہ اس کو پیار کر لیتا تھا اور کہتا تھا کہ وہ کچھ فکر نہ کرے سب ٹھیک ہو جائے گا۔

صغریٰ کو اس سے بہت ڈھارس ہوتی زینب جب کبھی اپنی کسی سہیلی کے ہاں

جانی اور اللہ دتا اتفاق سے گھر پر ہوتا تو وہ اس سے دل کھول کر پیار کرتا۔ اس سے بڑی میٹھی میٹھی باتیں کرتا کام میں اس کا ہاتھ بٹاتا اس کے واسطے اس نے جو چیزیں چھپا کر رکھی ہوتی تھیں، دیتا اور سینے کے ساتھ لگا کر اس سے کہتا ”صغریٰ تم بڑی پیاری ہو!“

صغریٰ جھینپ جاتی دراصل وہ اتنے پر جوش پیار کی عادی نہیں تھی اس کا مرحوم باپ اگر کبھی اسے پیار کرنا چاہتا تھا تو صرف اس کے سر پر ہاتھ پھیر دیا کرتا تھا یا اس کے کندھے پر ہاتھ رکھ کر یہ دعا دیا کرتا تھا ”خدا میری بیٹی کے نصیب اچھے کرے“، صغریٰ طفیل سے بہت خوش تھی وہ بڑا اچھا خاوند تھا جو کماتا تھا اس کے حوالے کر دیتا تھا، مگر صغریٰ زینب کو دے دیتی تھی اس لیے کہ وہ اس کے قہر و غضب سے ڈرتی تھی۔

طفیل سے صغریٰ نے زینب کی بدسلوکی اور اس کے ساتھ ایسے برتاؤ کا کبھی ذکر نہیں کیا تھا وہ صلح کل تھی، وہ نہیں چاہتی تھی کہ اس کے باعث گھر میں کسی قسم کی بد مزگی پیدا ہو اور بھی کئی باتیں تھیں جو وہ طفیل سے کہنا چاہتی تو کہہ دیتی مگر اسے ڈر تھا کہ طوفان برپا ہو جائے گا اور سب اس میں سے بچ کر نکل جائیں گے مگر وہ اکیلی اس میں پھنسی جائے گی اور اس کی تاب نہ لا سکے گی۔

یہ خاص باتیں اسے چند روز ہوئے معلوم ہوئی تھیں اور وہ کانپ کانپ گئی تھی۔ اب اللہ دتا اسے پیار کرنا چاہتا تو وہ الگ ہٹ جاتی، یا دوڑ کر اوپر چلی جاتی، جہاں وہ اور طفیل رہتے تھے۔

طفیل کو جمعہ کی چھٹی ہوتی تھی اللہ دتا کو اتوار کی اگر زینب گھر پر ہوتی تو وہ جلدی جلدی کام کاج ختم کر کے اوپر چلی جاتی اگر اتفاق سے اتوار کو زینب کہیں باہر گئی ہوتی تو صغریٰ کی جان پر بنی رہتی ڈر کے مارے اس سے کام نہ ہوتا لیکن زینب کا خیال آتا تو اسے مجبوراً کانپتے ہاتھوں اور دھڑکتے دل سے طوعاً و کرہاً سب کچھ کرنا پڑتا۔ اگر وہ کھانا وقت پر نہ پکائے تو اس کا خاوند بھوکا رہے، کیونکہ وہ ٹھیک بارہ بجے اپنا شاگرد روٹی کے لیے بھیج دیتا تھا۔

ایک دن اتوار کو جب کہ زینب گھر پر نہیں تھی اور وہ آنا گوندھ رہی تھی اللہ دتا پیچھے سے دبے پاؤں آیا اور کھنڈرے انداز میں اس کی آنکھوں پر ہاتھ رکھ دیئے۔ وہ تڑپ کر اٹھی مگر اللہ دتا نے اپنی مضبوط گرفت میں لے لیا۔

صغریٰ نے چیخنا شروع کر دیا مگر وہاں سننے والا کون تھا اللہ دتا نے کہا ”شور مت مچاؤ۔۔۔۔۔ یہ سب بے فائدہ ہے۔۔۔۔۔ چلو آؤ“

وہ چاہتا تھا کہ صغریٰ کو اٹھا کر اندر لے جائے وہ کمزور تھی مگر خدا جانے اس میں کہاں سے اتنی طاقت آگئی کہ اللہ دتا کی گرفت سے نکل گئی اور ہانپتی کانپتی اوپر پہنچ گئی کمرے میں داخل ہو کر اس نے اندر سے کنڈی چڑھا دی۔

تھوڑی دیر کے بعد زینب آگئی اللہ دتا کی طبیعت خراب ہو گئی تھی اندر کمرے میں لیٹ کر اس نے زینب کو پکارا وہ آئی تو اس سے کہا ”ادھر آؤ میری ٹانگیں دباؤ۔۔۔۔۔ زینب اچک کر پلنگ پر بیٹھ گئی اور اپنے باپ کی ٹانگیں دبائے لگی تھوڑی دیر کے بعد دونوں کے سانس تیز تیز چلنے لگے۔“

زینب نے اللہ دتا سے پوچھا ”کیا بات ہے۔۔۔۔۔ آج تم اپنے آپ

میں نہیں ہو“

اللہ دتہ نے سوچا کہ زینب سے چھپانا فضول ہے، چنانچہ اس سارا ماجرا بیان کر دیا۔۔۔ زینب آگ بگولا ہو گئی ”کیا ایک کافی نہیں تھی۔۔۔۔۔ تمہیں پہلے تو شرم نہ آئی پر اب تو آئی چاہیے تھی۔۔۔ مجھے معلوم تھا کہ ایسا ہوگا، اسی لیے میں شادی کے خلاف تھی۔۔۔ اب ان تو کہ صغریٰ اس گھر میں نہیں رہے گی!“

اللہ دتہ نے بڑے مسکین لہجے میں پوچھا ”کیوں؟“

زینب نے کھلے طور پر کہا ”میں اس گھر میں اپنی موت دیکھنا نہیں چاہتی“

اللہ دتہ کا حلق خشک ہو گیا اس کے منہ سے کوئی بات نکل نہ سکی  
زینب باہر نکلی تو اس نے دیکھا کہ صغریٰ صحن میں جھاڑو دے رہی ہے چاہتی تھی کہ اس سے کچھ کہے مگر خاموش رہی۔

اس واقعے کو دو مہینے گزر گئے۔۔۔۔۔ صغریٰ نے محسوس کیا کہ طفیل اس سے کھچا کھچا رہتا تھا ذرا ذرا سی بات پر اس کو خشک کی نگاہوں سے دیکھتا ہے آخر ایک دن آیا کہ ان نے طلاق نامہ اس کے ہاتھ میں دیا اور گھر سے باہر نکال دیا۔

☆☆☆☆☆☆